سیر و سوانح

شافعی فقیہ شیخ ابو اسحاق شیرازی

احتشام الحق قاسمی

دوسرے اصحاب مسالک کی مانند شافعی علماء کی بھی بہت سی خدمات ہیں بلکہ ایک عام تأثر یہ ہے کہ انھوں نے دوسرے اصحاب مسالک کی بہ نسبت اپنے مسلک کی زیادہ خدمت کی ہے۔ نہ صرف اپنی فقہ پر متعدد عظیم الشان کتابیں لکھیں بلکہ ان کتابوں پر شروح وحواشی کا بھی اضافہ کیا پھر ان شرحوں پر شرحیں لکھیں اور تصانیف کا ایک زریں سلسلہ چلتا رہا۔ شافعی مسلک کی ابتداء کے بعد ہمیں کوئی ایسی صدی نظر نہیں آتی جس میں فقہ شافعی پر اعلیٰ پایہ کی مستقل کتابیں اور شروح نہ لکھی گئیں ہوں۔ یہی نہیں بلکہ ان علماء شوافع نے دوسرے علوم وفنون کی بھی ایسی نمایاں خدمات انجام دی ہیں کہ ان کی کتابیں آج بھی مختلف علوم میں اہم مصادر کی حیثیت سے جانی جاتی ہیں۔

شیخ ابو اسحاق شیرازیؒ کا شمار ایسے ہی بلند پایہ شافعی فقہاء میں ہوتا ہے وہ ایک زبردست عالم، مناظر، مؤرخ، فقیہ اور عربی زبان کے شاعر وادیب تھے۔ ان کی کتابوں کو فقہ شافعی میں امہات کتب کی حیثیت حاصل ہے۔

نام ونسب

ان کا نام ابراہیم بن علی بن یوسف ہے۔ جائے پیدائش فیروزآباد[۱] کی طرف نسبت سے فیروزآبادی اور مقام تعلیم شیراز کی طرف نسبت کے سبب شیرازی کہلائے۔ ان کی کنیت

ابو اسحاق اور لقب جمال الدین تھا۔ انھوں نے شیرازی کے نام سے زیادہ شہرت پائی۔

ولادت

امام شیرازی مشہور قول کے مطابق ۳۹۳ھ / ۱۰۰۳ء میں ایران کے شہر فیروزآباد میں پیدا ہوئے۔ سن پیدائش کے سلسلہ میں ۳۹۵ اور ۳۹۶ھ کے اقوال بھی ملتے ہیں۔

تعلیم وتربیت اور اساتذہ

ابتدائی تعلیم کے بعد مزید علم کی تلاش میں شیراز کا سفر کیا۔ وہاں ابوعبداللہ محمد بن عمر شیرازی سے علم فقہ حاصل کیا پھر خطیب بغدادی ابوعبداللہ جلاّب اور عبدالرحمٰن بن حسین عندجانی (م: ۴۴۷ھ) سے استفادہ کیا۔ اس کے بعد بصرہ گئے جہاں جزری اور عبدالوہاب بن رامین (م: ۴۳۰ھ) سے پڑھا اور ابوبکر زرقانی اور ابوعلی شاذان سے علم حدیث حاصل کیا۔ اس کے بعد شوال ۴۱۵ھ میں بغداد گئے جہاں انھوں نے ابوحاتم قزوینی (م: ۴۱۴ھ یا ۴۱۵ھ) سے علم اصول اور ابوالطیب طبری (م: ۴۵۰ھ) سے فروع کی تکمیل کی۔ بغداد ہی میں انھوں نے ابوعبداللہ بیضاوی (م: ۴۲۴ھ) سے بھی شرف تلمذ حاصل کیا۔

درس وتدریس

امام شیرازی سے ان کے استاذ ابوالطیب طبری کو ایک خاص لگاؤ تھا۔ ان کی صلاحیتوں کو دیکھ کر طبری نے ان کو حکم دیا تھا کہ وہ ان کے شاگردوں کو پڑھائیں۔ اس طرح امام شیرازی بغداد میں دو سال تک مسند تدریس کو زینت بخشتے رہے۔

النجوم الزاہرہ کے مصنف تغری بردی کے مطابق ابوعلی حسن بن علی بن اسحاق بن عباس ملقب بہ نظام الملک نے ۴۵۷ھ میں ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی اور ۴۵۹ھ میں اس کی تعمیر مکمل ہوئی۔ اس کا نام مدرسہ نظامیہ رکھا گیا۔ یہ مدرسہ عام تھا۔ اس میں مدرس اول کی حیثیت سے امام شیرازیؒ کو منتخب کیا گیا مگر افتتاح کے دن درس دینے کے لیے وہ نہ آئے۔ ابن الاثیر نے ان کے اس وقت نہ پہنچنے کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ وہ جب پڑھانے کے لیے نکل رہے تھے تو راستہ میں ایک لڑکے سے ملاقات ہوئی اس نے ان سے حیرت سے پوچھا کہ آپ

ایک غصب کیے ہوئے مکان میں کیسے پڑھائیں گے ؟ (مدرسہ نظامیہ کے سلسلہ میں یہ افواہیں پھیلی ہوئی تھیں کہ اس کی اکثر اشیاء غصب کی ہوئی ہیں) امام شیرازی یہ سن کر بڑے پریشان ہوئے اور اپنا ارادہ بدل دیا[۱۴] ادھر جب لوگ ان کے نہ آنے سے مایوس ہو گئے تو کتاب الشامل[۱۵] کے مصنف ابونصر عبدالسید بن محمد معروف بہ ابن الصبّاغ (م: ۴۷۷ھ) کو اس منصب پر بٹھایا گیا۔ اس کے بعد شیرازی پر اس منصب کے قبول کرنے کے لیے مسلسل دباؤ ڈالا جاتا رہا حتیٰ کہ ان کے شاگردوں نے اس بات کی دھمکی دی کہ وہ سب ابن الصبّاغ کے پاس چلے جائیں گے۔ آخر کار مجبور ہو کر انھوں نے مدرسہ نظامیہ کی صدارت قبول کر لی اور تادم مرگ اسی مسند پر فائز رہے (شاید ان کو کچھ بزرگوں نے سمجھایا تھا کہ یہ مدرسہ غصب کیے ہوئے مکان میں نہیں ہے بلکہ بادشاہ نے بیت المال کے پیسے سے بنوایا ہے اور امام شیرازی بظاہر اس سے مطمئن ہو گئے تھے) ان کے درس کی شہرت سارے عالم عرب میں پھیل گئی تھی اور ان سے استفادہ کے لیے دور دراز کے علاقوں سے طلبہ آتے تھے[۱۶]

سیاسی زندگی

امام شیرازی نے سیاست میں باقاعدہ دلچسپی تو نہ لی مگر اپنی علمی صلاحیت دینی بصیرت اور بزرگی کی وجہ سے وہ اس سے بالکل غیر متعلق بھی نہ رہے۔ کسی حد تک سیاسی مسائل میں انھیں دخل حاصل تھا ان کی زندگی کے درج ذیل واقعات اس کی نشاندہی کرتے ہیں۔

سمرہ جعدی نے قاضی طاہر بن یحییٰ کی روایت نقل کی ہے جس کا سلسلہ عمرو بن الاشعری سے ملتا ہے۔ اشعری کہتے ہیں کہ جب امام شیرازی بغداد میں داخل ہوئے تو اس وقت خلیفہ کا انتقال ہو چکا تھا۔ عوام کا رجحان تھا کہ کوئی صحیح العقیدہ خلیفہ آئے اور عام و خاص سارے علماء اس بات پر متفق ہو چکے تھے کہ امام شیرازی ہی اس بات کا فیصلہ کریں گے کہ کون خلافت کا مستحق ہے۔ چنانچہ امام شیرازی نے عباسیوں میں سے ایک باصلاحیت شخص کو خلیفہ منتخب کر لیا۔ قاضی طاہر کا کہنا ہے کہ ان کے خیال کے مطابق وہ خلیفہ مقتدی بامر اللہ تھے۔ جب تمام علماء امام شیرازی کے اس فیصلہ پر متفق ہو گئے تو سب ایک وسیع میدان میں جمع ہوئے جس میں ایک چبوترہ تھا۔ اس چبوترے پر امام شیرازی نمودار ہوئے اور بیچ میں آنے کے بعد ان کے قدم لڑکھڑا گئے اور وہ گر گئے۔ خلیفہ اور مجمع میں موجود علماء ان کو اٹھانے کے لیے فوراً آگے

پڑھے۔ پھر امام شیرازی کو ممبر پر بٹھایا گیا۔ اس پر بیٹھ کر انھوں نے سب سے پہلے حمد و ثنا کی پھر درود پڑھا اور مقتدی بأمر اللہ کی خلافت کا اعلان کیا۔ اس کے بعد خلیفہ نے امام شیرازی سے پوچھا: کیا آپ کی کوئی ایسی حاجت ہے جس کو میں پورا کردوں؟ انھوں نے کہا ہاں۔ پھر ایک حدیث سنائی جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کوئی خلیفہ ایسا نہیں ہوتا ہے جس کی دعا قبول نہ ہوتی ہو۔ اس کے بعد انھوں نے خلیفہ سے استدعا کی کہ میرے لیے دعا فرمائیں چنانچہ خلیفہ نے اس وقت دعا کی اور حاضرین نے آمین کہا۔[۵]

ذوالحجہ ۴۷۵ھ میں خلیفہ مقتدی بأمر اللہ نے امام شیرازی کو ایک پیغام دے کر ملک شاہ اور نظام الملک کے پاس بھیجا اس پیغام میں خلیفہ مقتدی کی طرف سے عراق کے والی ابوالفتح بن ابی طالب کے بارے میں کہا گیا تھا کہ اس نے شہر میں جو غلط نظام جاری کر رکھا ہے اس کو بند کرا دیا جائے۔ یہ امام شیرازی کی عمر کا آخری دور تھا ان کی علمی شہرت اور بزرگی کے واقعات تمام علاقوں میں پھیل چکے تھے وہ اس پیغام کو لے کر جس راستے اور جس شہر سے گذرتے وہاں کے مرد عورتیں اور بچے ان کے احترام کے لیے اپنے گھروں سے باہر نکل پڑتے ان کے پیر چھوتے اور ان کے خچر کے پیروں کے نیچے کی مٹی اٹھاتے اور ہر شخص حتی المقدور ان کی خدمت کی کوشش کرتا۔ ان کے ساتھ اس سفر میں بغداد کے اہم لوگ تھے جن میں ابوبکر شاشی (م: ۵۰۷ھ) بھی تھے۔ جب امام شیرازی نیشاپور پہنچے تو امام الحرمین ابو معالی جوینی (م: ۴۷۸ھ) ان کے استقبال کے لیے آئے اور ان کا فرغل اٹھا کر خادموں کی طرح آگے آگے چلتے رہے اور کہا میں اس کام پر فخر محسوس کرتا ہوں۔ جب وہ نظام الملک کے پاس پہنچے تو انھوں نے ان کا پرتپاک استقبال کیا۔ نظام الملک کے دربار میں امام الحرمین جوینی اور امام شیرازی کے درمیان مناظرے ہوئے جس میں امام الحرمین نے اپنے مدمقابل کی برتری کا اعتراف کیا۔ جب امام شیرازی بامراد بغداد واپس آئے والی عراق کو سرزنش کی گئی اور اس کو جو مراعات حاصل تھیں وہ چھین لی گئیں۔[۶]

جب امام اشعری کی تعلیمات کے سلسلہ میں ابونصر بن القشیری (م: ۵۱۴ھ) اور حنابلۂ بغداد کا جھگڑا خونریزی پر منتج ہوا تو امام شیرازی نے بڑی شدت سے اشعریوں کی حمایت کی اور اپنے سیاسی اثر و رسوخ سے کام لے کر وزیر کو حنبلی شیخ کی گرفتاری پر آمادہ کر لیا تھا۔ یہ سارے واقعات ان کی سیاسی اہمیت کے مظہر ہیں۔

وفات

منگل کی رات ۲۱ جمادی الآخر (ایک قول کے مطابق جمادی الاول) ۴۷۶ھ میں ابوالفتح بن رئیس الرؤساد کے گھر میں آپ کا انتقال ہوا۔ ابوالوفا عقیلی حنبلی نے غسل دیا باب فردوس میں خلیفۃ المسلمین نے نماز جنازہ پڑھائی پھر جامع قصر میں دوبارہ نماز جنازہ پڑھائی گئی اور باب ابرز کے قبرستان میں انتہائی اعزاز کے ساتھ دفن کیے گئے۔ وزیر تاج الملک (م: ۴۸۶ھ) نے ان کی قبر پر مقبرہ اور اس کے قریب ایک مدرسہ تعمیر کروایا۔ ان کے انتقال پر ساری امت مسلمہ نے گہرے رنج والم کا اظہار کیا اور بہت سے شعراء نے مرثیے کہے ان میں ابوالقاسم نافیا (م: ۴۸۵ھ) اور عاصم بغدادی بھی شامل ہیں۔

امام شیرازی کا جب انتقال ہوا اس وقت نظام الملک بغداد میں موجود نہ تھے۔ ادھر مدرسہ نظامیہ کی مسند صدارت پر ابوسعد عبدالرحمٰن بن مامون (م: ۴۷۸ھ) کو بٹھایا گیا جب شیرازی کے انتقال کی خبر نظام الملک کو ملی تو انھوں نے حکم دیا کہ ان کے سوگ میں مدرسہ ایک سال تک بند کر دیا جائے۔ یہ ایک بالکل غیر اسلامی اقدام تھا مگر اس سے امام شیرازی کی قدر و منزلت کا اندازہ ہوتا ہے چنانچہ مدرسہ ایک سال تک بند رہا اور ایک سال بعد ابوسعد عبدالرحمٰن بن مامون کو ہٹا کر ابونصر ابن الصبّاغ کو مدرسہ کی صدارت سونپی گئی۔

طرز زندگی اور بزرگی

امام شیرازی روشن چہرہ، گندمی رنگت اور چوڑی کاٹھی والے تھے۔ ان کا طرز زندگی انتہائی سادہ تھا[۹] باوجود یہ کہ وہ اعلیٰ منصب پر فائز رہے اور اہم لوگوں سے ان کے تعلقات رہے مگر ان کی ساری زندگی فقر وفاقہ میں گزری تاج الدین بن السبکی (م: ۷۷۱ھ) نے ان کے فقر وفاقہ کا ذکر کرتے ہوئے قاضی ابوالعباس جرجانی صاحب "المعایاۃ" کا قول نقل کیا ہے کہ: ابواسحاق شیرازی کی ملکیت میں دنیا کی کوئی چیز نہ تھی۔ ان کا فقر یہاں تک پہنچ گیا تھا کہ وہ (زائد ازضرورت) غذا اور کپڑا بھی نہ رکھتے تھے یہی وجہ تھی کہ وہ فریضۂ حج کی ادائیگی سے محروم رہے۔ قاضی محمود بن محمد ماہانی کا کہنا ہے کہ دو امام ایسے ہیں جن کو حج ادا کرنے کا اتفاق نہ ہوسکا ایک شیخ ابواسحاق شیرازی دوسرے قاضی القضاۃ ابوعبداللہ دامغانی (م: ۴۷۸ھ) پھر انھوں نے

کہا کہ شیرازی کے پاس زاد و راحلہ کی استطاعت نہ تھی[۱۰]

ان کے تقویٰ و پاکیزگی اور احتیاط کا یہ عالم تھا کہ وہ نمازوں کے اوقات میں مدرسہ نظامیہ کی عمارت سے نکل جاتے اور کسی اور جگہ جا کر نماز پڑھتے۔ صرف اس لیے کہ انھوں نے یہ سن رکھا تھا کہ مدرسہ نظامیہ کو قائم کرنے میں بہت سی اشیاء غصب کی گئی تھیں[۱۱]۔ ایک مرتبہ وہ کسی مسجد میں گئے وہاں سے واپسی پر ان کو خیال آیا کہ وہ تو اپنا دینار وہیں بھول آئے ہیں دوبارہ مسجد جا کر ڈھونڈھنے پر ان کو وہ دینار مل گیا مگر انھوں نے اس خیال کے تحت اس کو وہیں چھوڑ دیا کہ ہو سکتا ہے یہ کسی اور کا ہو۔

صفدی نے ان کی بزرگی کا ایک اور واقعہ نقل کیا ہے کہ امام شیرازی اپنے کچھ اصحاب کے ساتھ ایک راستے سے گذر رہے تھے کہ ان کے سامنے ایک کتا آ گیا ایک ساتھی نے جو فقیہ تھے اس کو دھتکارا امام شیرازی نے ان کو فوراً منع کیا اور کہا کیا تم نہیں جانتے کہ یہ راستہ میرے اور اس کے درمیان مشترک ہے؟[۱۲]

ایک مرتبہ امام شیرازی نے خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا۔ انھوں نے کہا یا رسول اللہ میں نے بہت سے لوگوں سے آپ کی بہت سی احادیث سنی ہیں مگر میں چاہتا ہوں کہ آپ سے براہِ راست کوئی بات سنوں جس سے دنیا میں فخر حاصل کروں اور اس کو آخرت کے لیے ذخیرۂ خیر بناؤں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو "یا شیخ" کہہ کر مخاطب کیا۔ امام شیرازی اس بات پر بہت خوش ہوا کرتے تھے کہ حضورؐ نے ان کو شیخ کہہ کر مخاطب کیا۔ حضورؐ نے فرمایا جو شخص اپنی سلامتی چاہتا ہو اس کو چاہیے کہ وہ دوسروں کی سلامتی کی فکر کرے[۱۳]

تلامذہ

امام شیرازی کے شاگرد سیکڑوں کی تعداد میں عالم اسلام میں پھیلے ہوئے تھے۔ ابن السبکی نے وحید بن حیدر شیرازی کی روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ شیرازی نے ان سے کہا خراسان میں میں جس شہر میں گیا وہاں پر قاضی، مفتی یا خطیب ہر ایک میرا شاگرد تھا یا میرے دوستوں میں سے تھا۔ ان کے شاگردوں میں ابو عبداللہ محمد بن حسن بن عبدویہ (م: ۵۱۲ھ) ابوبکر فارمدی ابو نصر مغازی ابوبکر بن شہرزور موصلی، ابوبکر خطیب ابو الولید باجی اور حمیدی کا تذکرہ ملتا ہے۔

تصانیف

امام شیرازی نے فقہ، اصول فقہ اور تذکرہ کے موضوعات پر دس سے زائد کتابیں تصنیف کی ہیں جس میں سے کچھ امتداد زمانہ کا شکار ہوگئیں اور کچھ موجود ہیں۔ وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ کتاب التنبیہ: یہ کتاب جو فقہ شافعی پر ہے جو ابو حامد اسفرائینی (۱: ۴۰۶ھ) (امام شیرازی کے استاذ) کی مختصر مزنی پر لکھائی گئی تعلیقات سے ماخوذ ہے۔ مصر اور لندن سے چھپ چکی ہے۔ سمرہ جعدی کے مطابق امام شیرازی نے اس کتاب کو رمضان ۴۵۲ھ میں لکھنا شروع کیا اور شعبان ۴۵۳ھ تک اس کی تصنیف سے فارغ ہو گئے تھے[۱۱]۔ علامہ نووی فرماتے ہیں کہ یہ کتاب فقہ شافعی کی پانچ حد سے زیادہ مقبول اور متداول کتابوں میں شمار کی جاتی ہے۔ بلکہ ان پانچوں میں اس کتاب کو سب سے زیادہ مقبولیت حاصل ہوئی[۱۵]۔

اسی مقبولیت کی وجہ سے بعد کے شافعی فقہاء نے اس کتاب پر بہت محنت کی چنانچہ تقریباً چالیس سے زائد علماء نے اس کی شروح لکھی ہیں جن میں سے بعض شروح کئی کئی جلدوں پر مشتمل ہیں ان شارحین کی فہرست تفصیلی طور پر حاجی خلیفہ نے کشف الظنون میں دی ہے۔ ان میں سے کچھ کے نام یہ ہیں۔ امام ابوالحسن محمد بن مبارک مشہور بہ ابن خل (م: ۵۵۲ھ) ان کی شرح کا نام توجیہ التنبیہ ہے۔ دوسرے امام محی الدین یحیٰ بن شرف معروف بہ علامہ نووی (م: ۶۷۶ھ) ان کی شرح کا نام التحریر ہے۔ تیسرے نجم الدین احمد بن محمد معروف بہ ابن الرفعہ (م: ۷۱۶ھ) ان کی شرح کا نام کفایۃ النبیہ ہے اور یہ بیس جلدوں پر مشتمل تھی۔ اس کے علاوہ بہت سے علماء نے اس کتاب کے خلاصے بھی لکھے ہیں۔

۲۔ کتاب المہذب: فقہ شافعی پر لکھی گئی یہ کتاب دو ضخیم جلدوں میں مصر سے شائع ہو چکی ہے۔ قاضی شہبہ کے مطابق اس کتاب کو امام شیرازی نے ۴۵۵ھ میں لکھنا شروع کیا تھا اور ۴۶۹ھ میں اسے مکمل کیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس طویل مدت میں انھوں نے اس کتاب کے متعدد نسخے لکھے مگر ان کو اپنے مقصد کے مطابق نہ پایا اس لیے سب کو دریائے دجلہ میں ڈال آئے حتیٰ کہ اپنے مقصد کے مطابق اس کتاب کو لکھنے میں کامیاب ہو گئے[۱۶]۔ یہ کتاب ان کے استاذ شیخ ابوالطیب طبری کی تعلیقات سے ماخوذ ہے۔ اس کتاب کو بھی بے حد مقبولیت حاصل ہوئی اس کا درجہ شافعی علماء کے نزدیک

ایسا ہی تھا جیسا کہ حنفی علماء کے نزدیک محمد بن عوف زبیدی کی کتاب القاضی کا۔[۱۷]

اس کتاب کی بھی بہت سے علماء نے شروح لکھی صاحب کشف الظنون کا کہنا ہے کہ سب سے پہلے ابو اسحاق ابراہیم بن منصور شافعی (م: ۵۹۶ھ) نے اس پر شرح لکھی۔

۳۔ التبصرۃ فی اصول الفقہ[۱۸]: یہ کتاب اصول فقہ کے موضوع پر لکھی گئی تھی۔ کشف الظنون کے مطابق اس کتاب کی شرح ابو الفتح عثمان بن جنّی نے لکھی تھی۔ اس کا مخطوطہ مکتبۃ الازہر میں موجود ہے۔

۴۔ اللُّمع فی اصول الفقہ: یہ کتاب بھی اصول فقہ کے موضوع پر لکھی گئی تھی۔ بعد میں خود امام شیرازیؒ نے اس پر شرح لکھی دیگر بہت سے لوگوں نے بھی اس کی شرحیں کی ہیں۔ مگر اب یہ کتاب مفقود ہے۔

۵۔ النکت: یہ کتاب امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ کے درمیان مختلف فیہ مسائل پر لکھی گئی تھی۔ اس کا نسخہ جو مصنف کے زمانہ میں ۴۶۶ھ میں لکھا گیا تھا۔ مکتبہ احمد ثالث استنبول میں نمبر ۱۱۵ کے تحت محفوظ ہے۔[۱۹]

۶۔ کتاب تذکرۃ المسئولین: یہ کتاب احناف اور شوافع کے مختلف فیہ مسائل پر تھی۔ کشف الظنون کے مطابق یہ کتاب کئی جلدوں پر مشتمل تھی۔ مگر اب اس کا کہیں پتہ نہیں ہے۔

۷۔ طبقات الفقہاء: اس کتاب میں عہد نبوی سے لے کر امام شیرازی کے اپنے دور تک کے ساڑھے تین سو سے زائد فقہاء کا مختصر تذکرہ ہے۔ مصنف نے اس میں سب سے پہلے صحابہ فقہاء پھر فقہاء تابعین پھر فقہاء تبع تابعین پھر بعد کے فقہاء کا تذکرہ کیا ہے۔ اس کتاب میں فقہاء مذاہب اربعہ کے علاوہ ظاہری فقہاء کے تذکرے بھی شامل ہیں۔ اس کتاب کا شمار اہم تاریخی مصادر میں ہوتا ہے۔ بعد میں آنے والے اکثر سوانح نگاروں نے اس کا حوالہ دیا ہے۔ یہ کتاب مکتبہ بغداد سے ۱۳۵۶ھ میں شائع ہو چکی ہے۔

امام شیرازی کی تصانیف میں کچھ اور نام بھی ملتے ہیں مثلاً نصح اہل العلم، تعلیق الخلاف، المعونۃ فی الجدل، الملخص فی الجدل اور مسائل الخلاف وغیرہ۔ مگر ان کے بارے میں زیادہ تفصیل نہیں ملتی۔

امام شیرازی بحیثیت شافعی فقیہ

امام شیرازی کا شمار بلند پایہ شافعی فقہاء میں ہوتا ہے۔ انھوں نے فقہ شافعی کے موضوع پر جیسا کہ ان کی تصنیفات کے ذیل میں ذکر آچکا ہے۔ باقاعدہ دو کتابیں "المھذب" اور "التنبیہ" کے نام سے تصنیف کیں۔ یہ دونوں کتابیں فقہ شافعی کی امہات کتب میں شمار کی جاتی ہیں۔ یمن عراق اور شام میں شوافع کے نزدیک المہذب کا درجہ ایسا ہی تھا جیسے احناف کے نزدیک محمد بن عوف زبیدی کی کتاب القاضی کا۔

ڈاکٹر ایمن فؤاد سید نے اپنی کتاب "تاریخ المذھب الدینیۃ" میں جندی کا قول نقل کیا ہے کہ یمن میں بہت سی مختصر اور بسیط کتابیں پہنچیں مگر جتنی مقبولیت امام ابو اسحٰق شیرازی کی کتابوں کو حاصل ہوئی اتنی کسی اور مصنف کی کتابوں کو نہیں ملی۔ اہل یمن کے جتنے بھی فتاوی نقل کیے جاتے سب میں امام شیرازی کی کتابوں سے ہی استفادہ کیا جاتا تھا۔ اگر کوئی اپنے فتوے میں ان کی کتابوں کا حوالہ نہ دیتا تو اس کے فتوے کو غیر مکمل اور ناقص تصور کیا جاتا۔ مناظروں میں ان کی کتابوں سے مدد لی جاتی۔ فقہ شافعی کو سمجھانے کے لیے انہی کی کتابیں پڑھائی جاتیں۔[۲۱]

امام شیرازی بحیثیت ادیب

امام شیرازی نے جتنی بھی کتابیں لکھی ہیں اگر ہم ان کو ان کی علمی افادیت سے قطع نظر خالص ادبی کسوٹی پر پرکھیں تو بخوبی اندازہ ہوگا کہ ان کی عربی زبان انتہائی فصیح اور شیریں تھی۔ اور ان کی نثر کسی اچھے سے اچھے ادیب کی تحریر سے کم نہیں ہے۔ صفدی کا کہنا ہے کہ لوگوں میں امام شیرازی کی فصاحت کی مثال دی جاتی تھی۔ چنانچہ ان کی کتابیں "المہذب" اور "التنبیہ" ادبی اعتبار سے بھی بے حد اہمیت کی حامل ہیں۔ ان کتابوں میں بعض جگہ تو ان کی نثر بالکل منظوم معلوم ہوتی ہے۔ کتاب التنبیہ کی کتاب التفلیس سے ایک مثال دی جارہی ہے۔ فرماتے ہیں

اذا اجتمعت علی رجلٍ دیون

فان کانت معجلۃ لم یطلب بہا

(ترجمہ: جب کسی شخص (مفلس) پر بہت سے قرض جمع ہو جائیں۔ اگر وہ فی الفور ادائیگی والے ہوں تو ان کا

(فوراً) مطالبہ نہیں کیا جائے گا[۲۲]

امام شیرازی بحیثیت شاعر

امام شیرازی کا کوئی باقاعدہ دیوان تو نہیں ہے۔ مگر انھوں نے مختلف موضوعات پر جو شاعری کی ہے اس کے نمونے اکثر تذکرہ نگاروں کے یہاں ملتے ہیں۔ ان کی نثر کی طرح شاعری بھی سادہ دلکش اور سحر انگیز ہے۔

ابو المظفر شبیب بن حسن کہتے ہیں میں نے امام شیرازی سے ان کے یہ دو شعر سنے۔

جاء الربیع و حسن وردہ — ومضی الشتاء وقبح بردہ

فاشرب علی وجہ الحبیب — ب ووجنتیہ وحسن خدیہ

پھر یہ شعر بحر روم کے ساحلی شہروں کے حاکم قاضی عین الدولہ (م: ۴۷۶ھ یا ۴۸۲ھ) کے سامنے پڑھے گئے۔ ان اشعار کو سن کر عین الدولہ مستی میں آگیا اور کہنے لگا شراب لاؤ امام شیرازی نے ہم کو حکم دیا ہے اس لیے آج میں پیوں گا۔ یہ بات جب امام شیرازی کو معلوم ہوئی تو وہ بہت پریشان ہوئے اور فرط غم سے ان کی آنکھیں اشک بار ہوگئیں۔ پھر انھوں نے مجھ سے پوچھا میں لوگوں کے سامنے ان اشعار کی تردید کس طرح کروں اور ان کی زبان سے ان اشعار کو کس طرح ہٹاؤں؟ راوی کہتے ہیں میں نے کہا افسوس اے میرے آقا یہ اشعار دور دراز کے علاقوں تک پھیل چکے ہیں[۲۳]۔ شائد اسی وجہ سے امام شیرازیؒ نے بعد میں اشعار کہنے میں احتیاط برتے ممکن ہے اسی وجہ سے ان کی شاعری کو باقاعدہ دیوان کی شکل میں جمع نہ کیا گیا ہو۔

بہر حال اس عظیم شخصیت نے اپنے پیچھے جو کاوشیں چھوڑی ہیں ان سے ہزاروں علم و ادب کے پروانوں نے استفادہ کیا ہے اور آئندہ بھی مستفید ہوتے رہیں گے۔ جب تک اسلام اور عربی زبان باقی رہے گی اس کے آسمان علم و ادب پر ان کی تصنیفات روشن ستاروں کی مانند چمکتی رہیں گی۔

حواشی

[۱] فیروز آباد: اس کا پہلا نام "گور" تھا یہ فارس کا ایک شہر ہے۔ چونکہ فارسی میں گور کے معنی قبر کے آتے ہیں۔ اس لیے اس بدشگونی کی وجہ سے بویہی سلطان عضد الدولہ نے اس شہر کا نام فیروز آباد رکھا پھر بعد

میں فیروز آباد کہلایا۔ اس شہر کو اردشیر اوّل نے ایک دلدلی علاقہ کو صاف کرکے آباد کیا تھا۔ یہ صوبہ اردشیر خرہ کا صدر مقام رہ چکا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیں معجم البلدان دار صادر بیروت ۱۹۵۵ء جلد ۴ صفحہ ۲۸۳ اور دائرۃ المعارف الاسلامیہ جلد ۱۵ ص ۱۰۶۹

۲؎ شیراز: ملک ایران کے صوبہ فارس کا دارالحکومت۔ اس کو عہد فاروقی میں ابو موسیٰ اشعریؓ اور عثمان بن ابی العاصؓ نے فتح کیا تھا۔ اس شہر سے بہت باصلاحیت علماء و فضلاء ابھرے ہیں اور اسی کی طرف نسبت کرکے شہرت حاصل کی تفصیل کے لیے دیکھیں یاقوت: معجم البلدان بیروت دار صادر ۱۹۵۵ء جلد ۳ ص ۳۸۰ اصطخری مسالک الممالک قاہرہ دار القلم: ۱۹۶۱ ص ۱۲۴۔ دائرۃ المعارف الاسلامیہ جلد ۱۱ ص ۸۷۸

۳؎ تغری بردی: النجوم الزاہرہ: مطبع دار الکتب المصریہ: ۱۹۳۵ء جلد ۵ ص ۱۱۸

۴؎ ابن الاثیر: الکامل: دار صادر بیروت: ۱۹۶۷ء جلد ۲ ص ۲۳۲

۵؎ کتاب الشامل: ابن الصباغ کی فروع شافعیہ میں لکھی ہوئی ایک طویل کتاب ہے جو کئی اجزاء پر مشتمل ہے اس کے کچھ اجزاء کے مخطوطات دار الکتب المصریہ میں محفوظ ہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھیں فواد سید: معہد احیاء المخطوطات العربیۃ: دار الریاض للطبع والنشر قاہرہ: ۱۹۵۴ء ص ۳۰۴-۳۰۵

۶؎ ابن خلکان: وفیات الاعیان: مکتبہ نہضہ مصریہ: ۱۹۴۸ء: جلد ۱ ص ۱۰

۷؎ سمرہ جعدی: طبقات فقہاء الیمن: تحقیق فواد سید: قاہرہ: ۱۹۵۷ء ص ۱۲۰

۸؎ دائرۃ المعارف الاسلامیہ جلد ۱۱ ص ۸۷۰

۹؎ قاضی شہبہ: طبقات الشافعیۃ: دائرۃ المعارف عثمانیہ حیدر آباد: ۱۹۷۸ء جلد ۲ ص ۲۵۱

۱۰؎ ابن السبکی: طبقات الشافعیۃ الکبریٰ: مطبع عیسیٰ البابی الحلبی مصر: جلد ۴ ص ۲۵۵

۱۱؎ ابن خلکان: وفیات الاعیان: مکتبہ نہضہ مصریہ: ۱۹۴۸ء: جلد ۱ ص ۱۱

۱۲؎ صفدی: الوافی بالوفیات: مطبع دار صادر بیروت: ۱۹۹۱ء جلد ۶ ص ۶۳

۱۳؎ ابن السبکی: طبقات الشافعیۃ الکبریٰ: مطبع عیسیٰ البابی الحلبی مصر: جلد ۴ ص ۲۵۱

۱۴؎ سمرہ جعدی: طبقات فقہاء الیمن: قاہرہ: ۱۹۵۷ء ص ۱۲۰

۱۵؎ نووی: تہذیب الاسماء: ادارہ طباعۃ منیریۃ مصر: جلد ۲ ص ۱۷۳

۱۶؎ قاضی شہبۃ: طبقات الشافعیہ: دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر آباد: ۱۹۷۸ء جلد ۲ ص ۲۵۳

۱۷؎ ایمن فواد سید: تاریخ المذاہب الدینیۃ فی بلاد الیمن: مطبع الدار المصریہ اللبنانیۃ: ۱۹۸۸ء ص ۶۵

۱۸؎ التبصرہ فی اصول الفقہ: اس کے مخطوط کا نسخہ مکتبہ ازہر میں (۱۷۸۵ء) الامبابی ۴۴۴۸۴ نمبر کے تحت

موجود ہے۔ بحوالہ حاشیہ طبقات فقہاء الیمن: سمرہ جعدی: تحقیق فؤاد سید: قاہرہ: ۱۹۵۷ء صفحہ ۱۲۰

۱۹۔ بحوالہ حاشیہ طبقات فقہاء الیمن: سمرہ جعدی: تحقیق فواد سید: قاہرہ: ۱۹۵۷، صفحہ ۱۵۲

۲۰۔ سوائے سمرہ جعدی کے کسی بھی تذکرہ نگار نے شیرازی کی اس کتاب کا تذکرہ نہیں کیا ہے۔ سمرہ جعدی نے اپنی کتاب طبقات فقہاء الیمن میں دو جگہ اس کتاب کے بارے میں لکھا ہے کہ امام شیرازی کی اس کتاب کو کچھ لوگوں نے پڑھا تھا۔ حاشیہ میں محقق فواد سید نے لکھا ہے کہ مکتبات کی فہرست میں اس قسم کی کوئی کتاب اب نہیں پائی جاتی ہے شاید امتداد زمانہ کا شکار ہوگئی ہو۔ دیکھئے سمرہ جعدی۔ طبقات فقہاء الیمن تحقیق فؤاد سید: قاہرہ: صفحہ ۱۵۲ اور صفحہ ۱۷۵۔

۲۱۔ ایمن فؤاد سید: تاریخ المذاهب الدینیة فی الیمن: مطبع الدار المصریة اللبنانیة: ۱۹۸۸ء صفحہ ۶۵

۲۲۔ صفدی: الوافی بالوفیات: مطبع دار صادر بیروت: ۱۹۹۱ء جلد ۶ صفحہ ۶۵

۲۳۔ قاضی عین الدولہ: ان کا پورا نام ابوالحسن محمد بن عبداللہ بن علی بن عقیل صوری تھا تفصیل کے لیے دیکھیں ابن الفوطی: تلخیص الآداب جلد ۴ صفحہ ۱۱۴

۲۴۔ صفدی: الوافی بالوفیات: مطبع دار صادر بیروت: ۱۹۹۱ء جلد ۴ صفحہ ۶۵

ادارۂ تحقیق وتصنیف اسلامی کی ایک اہم پیش کش

مولانا سید جلال الدین عمری کی کتاب

اسلام اور مشکلات حیات

- اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کے نافرمانوں پر مشکلات اور مصائب کیوں آتے ہیں؟
- اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کو ملی اور اجتماعی، شخصی اور انفرادی مشکلات سے کیوں گزارا جاتا ہے؟
- امراض، جسمانی تکالیف، مالی مشکلات، حادثات اور صدمات میں ایک مومن کا کیا رویہ ہونا چاہیے؟
- مرض اور مشکلات حیات میں خودکشی کیوں ناجائز ہے؟
- مرض کی شدت میں کسی کی جان کیوں نہیں لی جاسکتی؟

یہ کتاب قرآن وحدیث کی روشنی میں ان سوالات کا جواب فراہم کرتی ہے، مؤثر انداز بیان، دل نشین بحث اور علمی اسلوب۔ آفسٹ کی حسین طباعت، خوب صورت سرورق۔ ضخامت ۸۸ صفحات۔ قیمت ۸ روپئے

ملنے کا پتہ: منیجر مکتبہ تحقیق وتصنیف اسلامی۔ پان والی کوٹھی۔ دودھ پور، علی گڑھ ۲۰۲۰۰۱